مؤثر تبلیغ اسلام کا طریق کار سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر شازیہ رمضان☆

عینی رباب☆☆

Abstract

The literal meaning of "Tableegh" is to convey and in Islamic terminology its meaning is to convey things of piety and commandments of deen to the people. "Tableegh" is for Muslim and non-Muslim both while preaching to non-Muslim, the basic principles of islam are presented and he is invited to ponder over it, so that he may admit the reality of Islam and embrace it. The purpose of preaching to Muslims is that the weaknesses in their characters may be removed through exhortations. Preaching of Islam is necessary in the light of Quran, Hadiths and the teachings of prophet (S.A.W.). This was the outcome of Holy Prophet's teachings and strategy that Hazrat Abu Bakr (R.A), Hazrat Umer Farooq (R.A), Hazrat Usman (R.A), Hazrat Ali (R.A) and many other important figures warmly accepted islam and did great services. Tableegh is compulsory for every Muslim because of it a person determines to follow Islam in all spheres of life. The teaching of preaching given by Holy Prophet (S.A.W) is much impressive. The doors of Allah mercy and His prophet's love are opened by following that wisdom of "Tableegh".

☆ (اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد)

☆☆ (ایم اے سکالر جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

تمہید:

اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کو دنیا میں مبعوث فرمایا اور دنیا کے کسی خطے اور قوم کو ان کے وجود مسعود سے محروم نہیں فرمایا۔ انبیاء کرام کا اول و آخر مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام اور ہدایات کو انسانوں تک پہنچانا تھا تا کہ ظلوماً جھولاً انسان علیماً خبیراً جل مجدہ کی رہنمائی میں راہ عمل پر جادو پیا ہو کر زمین میں انسانی خلافت کی خدائی مشیت کا حق ادا کر سکے جس کا ماحصل اللہ کی رضا اور قرب کا حصول، نوع انسانی کی صلاح و فلاح اور آخرت کی نجات ہو۔ انسانوں میں حقوق و فرائض کی یہی تعلیم و آگہی دعوت و تبلیغ کہلاتی ہے جو تمام آسمانی مذاہب کو انبیاء اور تمام سچے نبیوں اور رسولوں کا اہم فریضہ ہے۔

تبلیغ ایک مقدس فریضہ ہے جس کا مقصد صداقت و حقانیت کو پھیلانا اور لوگوں کو اس کا قائل کرنا ہے۔ دنیا میں کئی شخصیتیں آئیں جنہوں نے اپنے اپنے ادوار میں حق اور سچ کی تبلیغ کی ان میں سب سے اہم حضور اکرم ﷺ کی شخصیت ہے۔ آپ ﷺ نے اس انداز سے تبلیغ کی جس کی مثال رہتی دنیا تک قائم رہے گی جب آپ کی عمر مبارک چالیس برس ہوئی تو اللہ نے آپؐ کے ذمہ یہ کام لگا دیا جسے تبلیغ کہتے ہیں۔ آپؐ کی بعثت مبارکہ ہی اسی مقصد کے لئے ہوئی تھی جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا

﴿ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ﴾ (۱)

مفہوم و معنی:

تبلیغ کا لغوی مفہوم پہنچانا ہے۔(۲) اور اصطلاحاً اس کے معنی یہ ہیں کہ کسی اچھائی اور خوبی اور بالخصوص دینی امور کو دوسرے افراد و اقوام تک پہنچایا جائے اور انہیں قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔ قرآن پاک میں تبلیغ کے ہم معنی کچھ اور الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں جیسے انذار۔(۳) دعوت۔(۴)

دعوت تبلیغ از روئے قرآن:

قرآن پاک نے تبلیغ کی صحیح اہمیت اور اس کے اصول و ضوابط پر مفصل بحث کی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے تبلیغ کے تمام پہلوؤں پر عمدہ روشنی ڈالی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر آپؐ نے کسی حکم کی تبلیغ نہ کی اور دوسروں تک نہ پہنچایا تو گویا آپ ﷺ نے رسالت کا حق ادا نہ کیا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت دلالت کرتی ہے۔

﴿ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه ط وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ﴾ (۵)

آپ ﷺ نے دنیا کی تمام قوموں کو برابری اور مساوات پر لا کھڑا کیا۔ آپ ﷺ نے اللہ کے پیغام کو دنیا کی ہر قوم اور ہر گوشے میں پہنچانا اپنا فرض قرار دیا اور آپ ﷺ کو کہا گیا کہ ہر قسم کے خطرات سے باہر نکل کر لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ﴾ (۶)

اگر منہ پھیرو گے تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کر پہنچا دینا ہے۔

﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلَاغُ﴾ (۷)

اگر تم سے یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے آپؐ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔ آپؐ کا کام صرف پیغام کا کھول کر پہنچا دینا ہے۔

﴿فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾ (۸)

لوگوں کو نصیحت کریں اگر نصیحت فائدہ مند ہو۔

﴿وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۹)

اور نصیحت کر کہ نصیحت ایمان والوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾ (۱۰)

قرآن سے سمجھاؤ اس کو جو میری وعید سے ڈرتا ہے۔

﴿فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ﴾ (۱۱)

آپ نصیحت کرتے رہیں آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں۔

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ﴾ (۱۲)

آپ فرما دیجئے میرا راستہ تو یہی ہے کہ میں پوری بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور جو میری پیروی کرنے والے ہیں وہ بھی (اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں)۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾ (۱۳)

اور نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

احادیث کی روشنی میں:

فریضہ رسالت عائد ہونے کے بعد آپ کی پوری زندگی تبلیغی اصولوں کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں سے تبلیغی حیثیت کو ہی ترجیح دی۔ بلاشبہ آپ ﷺ ایک بہت اچھے خاوند بھی تھے، باپ، حاکم اور امام بھی تھے مگر آپ ﷺ کی یہ سب حیثیتیں تبلیغی حیثیت کے تابع تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا رسول اور نبی بنا کر بھیجا تھا اس لئے آپؐ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے زندگی کی ہر راہ کے عمل کے شعبے میں مبلغ تھے۔ آپؐ سراپا تبلیغ تھے آپؐ نے سب سے پہلے تبلیغ اپنے گھر والوں سے

شروع کی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْن ﴾

اور اپنے سب سے نزدیک اہل خاندان کو آگاہ کرو۔(۱۴)

حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا (ابو طالب سے ان کی وفات کے وقت) ارشاد فرمایا: لا الہ الا اللہ کہہ لیں تا کہ میں قیامت کے دن آپ کا گواہ بن جاؤں۔ابو طالب نے جواب دیا اگر قریش کے اس طعنے کا ڈر نہ ہوتا کہ ابو طالب نے صرف موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو میں ضرور آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا۔(۱۵)

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿اِنَّكَ لَاتَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (۱۶)

ترجمہ: آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں ہدایت دے دیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ کے دوست تھے۔ایک دن رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کے ارادے سے گھر سے نکلے آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو عرض کی ابو القاسم! (یہ رسول اللہ کی کنیت ہے) آپ اپنی قوم کی مجلسوں میں دکھائی نہیں دیتے اور لوگ آپ پر یہ الزام لگا رہے ہیں کہ آپ ان کے باپ داوا میں عیوب نکالتے ہیں۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں اور تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔رسول پاکؐ کی بات ختم ہوتے ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ مسلمان ہو گئے۔آپ حضرت ابو بکر صدیق کے اسلام لانے پر جتنے خوش تھے مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان کوئی شخص کسی بات کی وجہ سے اتنا خوش نہ تھا۔(۱۷)

آپؐ نے اپنے قول و فعل سے تبلیغ کی اور امت مسلمہ کے ذمہ یہ کام لگایا کہ یہ کام جاری رکھیں جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہے:

عن ابی سعید الخدریؓ قال: سمعت رسول اللّٰہ یقول من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان۔

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کو بدل دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔(۱۸)

حضرت عرس بن عمیرۃ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کی غلطیوں پر سب کو (جو اس غلطی میں مبتلا نہیں ہیں) عذاب نہیں دیتے۔البتہ سب کو اس صورت میں عذاب دیتے ہیں جب کہ فرمانبردار باوجود قدرت کے نافرمانی کرنے والوں کو نہ روکیں۔(۱۹)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ عنقریب تم پر اپنا عذاب بھیج دیں گے پھر تم دعا بھی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول نہ کریں گے۔(۲۰)

حضرت زینب بنت جحشؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم لوگ ایسی حالت میں بھی ہلاک ہو جائیں گے جبکہ ہم میں نیک لوگ بھی ہوں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں جب برائی عام ہو جائے۔(۲۱)

حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: یہ دین نعمتوں کے خزانے ہیں ان نعمتوں کے خزانوں کے لئے کنجیاں ہیں۔ خوش خبری ہو اس بندے کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ بھلائی کی چابی (اور) برائی کا تالہ بنا دیں یعنی ہدایت کا ذریعہ بنا دیں اور تباہی ہے اس بندے کے لئے جس کو اللہ تعالیٰ برائی کی چابی اور بھلائی کا تالہ بنا دیں۔ یعنی گمراہی کا ذریعہ ہے۔(۲۲)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا وہ شخص ہماری اتباع کرنے والوں میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے بڑے کا احترام نہ کرے نیکی کا حکم نہ دے اور برائی سے منع نہ کرے۔(۲۳)

حضرت ابو مسعود فرماتے ہیں جس شخص نے بھلائی کی طرف رہنمائی کی اسے بھلائی کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔(۲۴)

آپؐ نے امت مسلمہ کے ذمہ جب یہ کام لگایا کہ وہ نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں اور یہ بھی فرمایا کہ قول و فعل سے ثابت کرو یہ نہ ہو کہ دوسروں کو تو حکم دو لیکن خود اس پر عمل نہ کرو اور ایسے لوگوں کے لئے تو دردناک سزا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (حج کے موقع پر دس ذوالحجہ کو منیٰ میں خطبہ کے اخیر میں) ارشاد فرمایا: کیا میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکام نہیں پہنچا دیئے (صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں) ہم نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے پہنچا دیئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! آپ (ان لوگوں کے اقرار پر) گواہ ہو جائیں۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں۔(۲۵)

تبلیغ کے اصول:

رسول اکرم ﷺ اس اعتبار سے منفرد حیثیت کے حامل ہیں کہ آپ ﷺ نے تبلیغ کے تمام عملی مراحل کا نمونہ بھی دیا اور تبلیغی عمل کے لئے بہترین اصول بھی دیئے۔ آنے والے تمام تبلیغی کارکنوں کے لئے یہ اصول بہترین رہنمائی کا کام دیں گے۔ تبلیغ و دعوت کے یہ تین اصول مسلمانوں کو سکھائے گئے: عقل و حکمت، موعظہ حسنہ اور مناظرہ بطریق احسن۔ جس پر قرآن مجید کی یہ آیت دلالت کرتی ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ﴾ (۲۶)

ترجمہ: اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت سے دعوت دیجئے اور احسن انداز میں ان سے بحث کیجئے۔

حکمت:

قرآنی نکتہ نظر سے حکمت تبلیغی طریقہ کار میں اولین اہمیت کی حامل ہے۔ حکمت کا مطلب یہ ہے کہ بیوقوفوں کی طرح اندھا دھند تبلیغ نہ کی جائے بلکہ دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنیت، استعداد اور حالات کو سمجھ کر نیز موقع محل کو دیکھ کر بات کی جائے۔ ہر طرح کے لوگوں کو ایک ہی لکڑی سے نہ ہانکا جائے۔ جس شخص یا گروہ سے سابقہ پیش آئے اس کے مرض کی تشخیص کی جائے پھر ایسے دلائل سے اس کا علاج کیا جائے جو اس کے دل و دماغ کی گہرائیوں سے اس کے مرض کی جڑ نکال سکتے ہوں۔ حکمت کے تقاضوں میں یہ بھی ایک ہے کہ اجتماعی خطاب میں سختی ہو اور انفرادی گفتگو میں نرمی ہو اور ایک اصول یہ بھی ہے کہ کسی شخص کو غیر شرعی کام میں مبتلا دیکھے تو بجائے اسے مخاطب کرنے کے یہ کہہ دے کہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

موقع و محل:

تبلیغ بلاشبہ ایک سچے جذبے اور حقیقی لگن کی متقاضی ہے لیکن جوش تبلیغ میں موقع و محل کا لحاظ نہ رکھنا سخت مضر ہے۔ مثلاً ایک داعی حق کو ان تمام اوقات میں دعوت حق سے احتراز کرنا چاہیے جب مخاطب اعتراض اور نکتہ چینی کی طرف مائل ہو۔ نہ صرف اس حالت میں بلکہ دعوت پیش کرنے کے بعد بھی مخاطب پر اعتراض، نکتہ چینی کا دورہ پڑ جائے تو داعی کو چاہیے کہ بحث کو بڑھانے کی بجائے اس کو وہیں ختم کر کے وہاں سے ہٹ جائے اور کسی اور مناسب موقع کا انتظار کرے۔ جب مخاطب خالی الذہن یا کم از کم اعتراض و نکتہ چینی کے رجحان سے خالی ہو۔ (۲۷)

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

﴿ اِذَا رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ یَخُوۡضُوۡنَ فِیۡۤ اٰیٰتِنَا فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِهٖ ؕ وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴾ (۲۸)

جب دیکھو ان لوگوں کو جو ہماری آیات پر نکتہ چینیاں کر رہے ہیں تو ان سے اعراض کرو یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر کبھی شیطان تمہیں یہ بات فراموش کرا دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

اسی طرح ایسے مواقع پر داعی کو احتراز کرنا چاہیے جب مخاطب اپنی کسی ایسی دلچسپی میں منہمک ہو جس کو چھوڑ کر دعوت حق کی طرف متوجہ ہونا اس کی طبیعت پر گراں گزرے۔ اگرچہ یہ حالت پہلی حالت سے اس اعتبار سے مختلف ہے کہ اس میں عناد و اختلاف کا جذبہ شامل نہیں ہے لیکن مخاطب کی طبیعت کی عدم دلچسپی کے باعث دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

آپؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو یمن میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے متعین کیا اور رخصت کرتے ہوئے فرمایا:

''دین الٰہی کو آسان کر کے پیش کرو، سخت بنا کر نہیں لوگوں کو خوشخبری سنانا' نفرت نہ دلانا۔ (۲۹)

''عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے واعظین سے فرمایا کہ لوگوں کو ہر جمعہ وعظ کیا کرو۔ اگر اس سے زیادہ ہو تو ہفتہ میں دو بار، اگر اس سے بھی زیادہ کرنا چاہو تو تین بار اور لوگوں کو اس قرآن سے بیزار نہ کرو' ایسا ہرگز نہ ہو کہ تم لوگوں کے پاس ایسے وقت میں آؤ جب وہ اپنی کسی اور دلچسپی میں ہوں اور اس وقت ان کو وعظ سنانا شروع کردو اور اس کا نتیجہ بیزاری ہے۔ ایسے موقع پر خاموش رہو یہاں تک کہ لوگ تم سے خواہش کریں تو ان کو سناؤ تاکہ تمہارا وعظ رغبت سے سنیں۔ (۳۰)

مخاطب کی نفسیات:

حکمت تبلیغ کے لئے دوسری اہم بات جسے داعی کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے وہ مخاطب کی استعداد اور نفسی کیفیات کیا ہیں۔ مثلاً عام مخاطب کی ذہنی استعداد کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے منطقی استدلال اور فلسفیانہ بحثیں شروع کردی جائیں یا کسی دانشور سے گفتگو کرتے ہوئے بے رنگ اور بے ڈھب انداز گفتگو اختیار کیا جائے بلکہ لوگوں سے ان کی ذہنی استعداد کے مطابق بات کی جائے۔ دعوت حق کے بعض مشکل تقاضے مشکل ہوتے ہیں اور بعض سہل۔ داعی کو آغاز ہی میں وہ تمام باتیں نہیں بیان کرنی چاہئیں جن سے اُکتاہٹ اور تنفر پیدا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا۔(۳۱)

ترجمہ: آسانی پیدا کرو تنگی نہیں، خوشخبری دو لوگوں میں نفرت نہ پھیلاؤ۔

پھر مخاطب کی کمزوریوں کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ داعی کو کسی حال میں بھی اپنے مخاطب کے اندر حمیت جاہلیت کے بھڑکنے کا موقع نہیں پیدا نہیں ہونے دینا چاہئے۔ کیونکہ اندھی وابستگی کے باعث بعض اوقات وہ بالکل غیر متوازن ہو جاتا ہے۔ داعیان حق کو اسی چیز سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ابِغَيْرِ عِلْمٍ ط كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُم﴾ (۳۲)

اور تم گالی نہ دو اُن کو جن کو یہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ حد سے گزر کر بے جانے بوجھے اللہ کو گالی دے بیٹھیں، ایسے ہی ہم نے ہر اُمت کی نظروں میں ان کے اعمال خوش نما بنا دیئے ہیں۔

داعی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ خواہ مخواہ کی نفرتیں لئے پھرے۔ اس کے دل میں سب کیلئے ہمدردی و خیر خواہی ہونی چاہئے۔ وہ دردمندی و دلسوزی سے اپنی بات کرتا ہے۔ وہ بے سبب درپے آزار نہیں ہوتا اور مخاطب کے پسندیدہ عقائد و اشخاص پر بے تکی تنقید نہیں کرتا۔

تدریج:

حکمت تبلیغ کے ضمن میں ایک اور بات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اور وہ ہے تدریج آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ کسی نئی قوم کو دعوت دیتے وقت شریعت کے احکام کا بوجھ یکبارگی اس کی گردن پر نہ ڈالا جائے بلکہ رفتہ رفتہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں۔ پہلے توحید

ورسالت اور دیگر عقائد کو پیش کرنا چاہیے۔ عبادات میں سب سے اہم نماز ہے پھر زکوٰۃ پھر دوسرے فرائض ہیں۔ تدریج کا یہ اُصول فرد کیلئے بھی ضروری ہے اور جماعت کیلئے بھی۔ دین کے نظام کو اگر حکیمانہ ترتیب سے پیش کیا جائے تو مطلوبہ نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔

عقلی استدلال:

حکمت تبلیغ کا تقاضا ہے کہ مخاطب کو غور وفکر کی دعوت دی جائے اور اسے تفکر وتدبر کی راہ پر ڈالا جائے۔ عقلی دلائل اور مشاہداتی براہین کے ذریعہ دعوت حق کو موثر بنایا جائے۔ مذاہب عالم کی تاریخ میں نبوت محمدیہ ﷺ ایک منفرد ربانی ہے جس نے محض حاکمانہ قانون اور احکام کی بجائے عقل انسانی کو مخاطب کیا، غور وفکر کی دعوت دی اور فہم کا مطالبہ کیا۔ اس نے اپنی تعلیم کے ساتھ اس کی خوبی، مصلحت اور حکمت خود ظاہر کی اور بار بار مخالفوں کو آیات الٰہی میں غور فکر کی ہدایت کی، قرآن میں عقلی استدلال کی شاندار مثالیں جا بجا ہیں۔

﴿قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ط اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ٥ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾ (۳۳)

اے نبی ﷺ فرمادیں کہ تمہارے پاس کوئی علم ہے کہ اس کو تم ہمارے لئے ظاہر کرو، تم تو گمان ہی کے پیچھے چلتے ہو اور تم تو اٹکل ہی کرتے ہو۔ آپ ﷺ فرمادیں کہ اللہ کی ہے پہنچتی ہوئی دلیل۔

﴿وَفِیْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ٥﴾ (۳۴)

اور خود تمہارے اندر نشانیاں ہیں تم دیکھتے نہیں۔

﴿تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ٥﴾ (۳۵)

یہ بصیرت اور نصیحت ہے جو ہر رجوع ہونے والے بندے کے لئے۔

الغرض پورا قرآن صداقت کی عقلی دلیلوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہر مسئلہ کی مصلحتیں اور حکمتیں علی الاعلان ظاہر کی گئی ہیں۔

موعظہ حسنہ:

تبلیغ ودعوت کے لئے دوسری بنیادی چیز موعظہ حسنہ ہے۔ اس سے مراد عمدہ نصیحت ہے۔ عمدہ نصیحت کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ مخاطب کو صرف دلائل ہی سے مطمئن کرنے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ اس کے جذبات کو بھی اپیل کی جائے۔ برائیوں اور گمراہیوں کا محض عقلی حیثیت ہی سے ابطال نہ کیا جائے بلکہ انسان کی فطرت میں ان کے لئے جو پیدائشی نفرت پائی جاتی ہے اسے بھی اُبھارا جائے اور ان کے برے نتائج کا خوف دلایا جائے۔ ہدایت اور عمل صالح کی محض صحت اور خوبی کو عقلاً ثابت نہ کیا جائے بلکہ ان کی طرف رغبت اور شوق بھی پیدا کیا جائے۔ دوسرا مطلوب یہ ہے کہ نصیحت ایسے طریقہ سے کی جائے جس سے دلسوزی اور خیر خواہی پیدا کی جائے۔ مخاطب یہ نہ سمجھے کہ ناصح اسے حقیر سمجھ رہا ہے اور اپنے بلند مرتبہ سے لطف اندوز ہو رہا ہے بلکہ اسے یہ محسوس ہو کہ ناصح کے دل میں اس کی اصلاح کے لئے تڑپ موجود ہے اور وہ حقیقت میں اس کی بھلائی چاہتا ہے۔

حضور پاک ﷺ نے کبھی یہ طریقہ بھی اختیار کیا کہ کسی کی غلطی پر متنبہ فرمانے کے لئے بعض مرتبہ سلام کا جواب نہیں دیا حضرت عمار بن یاسر نے فرمایا کہ میں ایک دفعہ سفر سے آیا میرے ہاتھ پھٹے ہوئے تھے میرے گھر والوں نے اس پر زعفران لگا دیا میں صبح آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو سلام کیا آپ نے اس کا جواب نہیں دیا اور فرمایا جاؤ ہاتھ دھو کر آ ؤ۔(۳۶)

﴿مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْن o﴾ (۳۷)

پرہیز گاروں کے لئے نصیحت ہے۔

﴿اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَاب o﴾ (۳۸)

نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقلمند ہیں۔

﴿عِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَار o﴾ (۳۹)

اہل بصارت کے لئے عبرت ہے۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى o﴾ (۴۰)

اس میں عبرت ہے اُس کے لئے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔

ذہنی انقلاب:

انسانی ذہن غور و فکر کی بنیاد ہے۔ جس انسان کا ذہنی توازن درست نہیں وہ مُکلف ہی نہیں۔ دین و شریعت کا پابندی وہی جو صاحب عقل و دانش ہے۔ عقل ہی معرفت کا ذریعہ ہے۔ علم و معرفت کے بغیر انسان کسی چیز کو قبول نہیں کرتا۔ عقل وہ معیار ہے جس سے خیر و شر کی تمیز ہوتی ہے۔ اگر عقل کسی چیز کو مسترد کر دیتی ہے تو اسے قابل قبول بنانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں قرآن پاک میں صاحبان عقل و علم ہی کی دعوت دی گئی ہے۔ جہالت اور بے عقلی قبولِ حق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْن اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَاب o﴾ (۴۱)

آپ ﷺ فرما دیں کیا علم والے اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل ہیں۔

﴿ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْم﴾ (۴۲)

اور اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو اس کی عظمت کا علم رکھتے ہیں واقعی اللہ زبردست ہے بڑا بخشنے والا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے بھی علم کو دین میں اولین حیثیت دی ہے۔ احادیث نبویہ میں علم اور اہل علم کی فضیلت کا واضح ذکر موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ دو مجلسوں کے پاس سے گزرے جو مسجد میں منعقد ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا دونوں مجلسیں بھلائی پر ہیں لیکن ان میں ایک دوسری سے بہتر ہے ان دونوں جماعتوں میں سے ایک عبادت میں مصروف ہے اور اللہ ہی سے دعا کر رہی ہے اور اس سے اپنی خواہش و رغبت کا اظہار کر رہی ہے اگر وہ چاہے تو انہیں عطا

کرے اور چاہے تو روک دے اور دوسری جماعت تو وہ دینی فہم عطا کر رہے ہیں اور جاہلوں کو علم سکھا رہے ہیں لہٰذا یہ لوگ بہتر ہیں اور میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں (یہ کہہ کر) پھر آپ ﷺ بھی ان میں بیٹھ گئے۔(۴۳)

قلبی تبدیلی:

قلب انسانی شخصیت میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔قلب تمام جذبات کا منبع ہے۔دلی لگاؤ سے ہی جملہ اُمور بطریق انجام پاتے ہیں۔انسان کی جملہ خواہشات ور جحانات کو قلب ہی کنٹرول کرتا ہے قلب کی سلامتی اور کجی فکر و کردار کے پورے ڈھانچے کو متاثر کرتی ہے۔اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسدت الجسد کله الا وهی القلب۔(۴۴)

آگاہ رہو کہ بدن میں ایک ٹکڑا گوشت کا ہے جب وہ سنور جاتا ہے تو تمام بدن سنور جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو تمام بدن خراب ہو جاتا ہے۔سنو! وہ ٹکڑا دِل ہے۔

قلب کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن پاک میں اس کی اثر پذیری، اس کی اصلاح و فساد کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے۔ مومنین کی صفات میں قلب کی نرمی اور منکرین کی خصوصیات میں ان کے دِلوں کی سختی اور بیماری کا تذکرہ موجود ہے۔

مبلغ کی دل سوزی:

موعظہ حسنہ میں دوسری اہم بات مبلغ کی دلسوزی و خیر خواہی ہے۔دعوت ایک ایسا عمل ہے جس کے نتیجے میں قلبی ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے۔کوئی شخص اس وقت تک اپنے تاریخی پس منظر، نظریاتی وابستگی اور خاندانی وقار کے تقاضوں کو نہیں بھلا سکتا جب تک اسے داعی کی بے لوثی، نیک نفسی اور دلسوزی کا یقین نہ ہو جائے۔تمام انبیاء علیہ السلام کے دعوتی عمل میں یہ پہلو نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

﴿ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ﴾(۴۵)

میں اس کام کا تم سے صلہ نہیں مانگتا۔

﴿ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ﴾ (۴۶)

میرا صلہ تو خدائے رب العالمین پر ہے۔

داعیان حق جس قدر مصائب و آلام کا شکار ہوتے ہیں اور جس طرح ثبات و استقامت کے ساتھ اپنا دعوتی عمل جاری رکھتے ہیں وہ بھی ان کی بے لوثی کی دلیل ہے۔فساد و بگاڑ کی اصلاح کا جو انداز وہ اختیار کرتے ہیں اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ان میں نفرت و انتقام کی جگہ ایک حاذق معالج کی ہمدردی و خیر خواہی واضح ہے۔وہ مخالفتوں کے طوفان میں گھبرانے اور چڑنے کی بجائے دعائیں دیتے ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مناجاہ کا قرآن نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

﴿ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ ط وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْم o﴾ (۴۷)

اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو (تیری مہربانی ہے) بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے۔

غزوہ احد میں حضور اکرم ﷺ کو لہولہان کیا جاتا ہے اور آپ ﷺ شدید ترین اذیت کے لمحات میں دست بدعا ہو کر یوں گویا ہوتے ہیں:

﴿اللهم اغفر لقومی فانهم لایعلمون﴾ (۴۸)

اے اللہ میری قوم کو بخش دے یہ حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔

مجادلہ حسنہ:

مجادلہ سے مراد دلائل کا باہمی ردو بدل ہے جس سے مخاطب کو مطمئن کرنے کے لئے اس کے دلائل کا جواب دیا جاتا ہے۔ مزید ایسا مثبت استدلال کیا جاتا ہے جو فریق ثانی کو قبول حق پر آمادہ کر سکے۔ اس کی نوعیت محض مناظرہ بازی اور عقلی کشتی اور ذہنی دنگل کی نہ ہو۔ اس میں کج بحثیاں اور الزام تراشیاں اور چوٹیں اور پھبتیاں نہ ہوں۔ اس کا مقصود فریق مخاطب کو چپ کرا دینا اور اپنی زبان آوری کے ڈنکے بجا دینا نہ ہو بلکہ اس میں شیریں کلامی ہو۔ اعلیٰ درجہ کا شریفانہ اخلاق ہو۔ معقول اور دل لگتے دلائل ہوں۔

عدم اکراہ:

قرآن مجید میں تبلیغ کے کچھ اور اصول بھی بیان کئے ہیں جن میں سے بہت اہم یہ ہے کہ کسی شخص سے زبردستی اپنی بات نہ منوائی جائے۔ دعوت کے ابتدائی مراحل میں تو اس جبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ حق کے مستحکم ہونے پر یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے لیکن قرآن پاک نے ان تمام خدشات کی نفی کر دی۔ فرمایا:

﴿لَآ اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ط لَا انْفِصَامَ لَهَا ط وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْم o﴾ (۴۹)

دین اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے ایسی مضبوطی سے رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ (سب کچھ) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔

﴿ اِنْ عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلٰغ﴾ (۵۰)

آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے۔

دعوت کی زبان:

قرآن کریم نے مبلغ و داعی کے لئے جو اصول و قواعد بتائے ہیں اور داعی اسلام خاتم الرسل ﷺ نے اپنی عملی زندگی سے ان

اصولوں کی جس حقانیت کا ثبوت فراہم کیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ان اصولوں میں ایک اہم اصول داعی کی زبان اور اس کا اسلوب بیان ہے۔رسول اکرم ﷺ نے ایک مبلغ وداعی کی حیثیت سے گفتگو کا بےنظیر اسوۂ چھوڑا ہے۔آپؐ کی داعیانہ زبان تجزیہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔

﴿ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ﴾(۵۱)

ترجمہ: اور ہم نے ان پیغمبر ﷺ کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ ان کو شایان ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ اذا خطب احمرت عیناہ وعلا صوتہ و اشتد غضبہ حتی کانہ منذر جیش

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ جب خطبہ دیتے، آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی، جوش تیز ہو جاتا یہاں تک کہ معلوم ہوتا کہ آپؐ کسی دشمن فوج کے آپڑنے کے خطرہ سے آگاہ کر رہے ہیں۔(۵۲)

غرض آپ ﷺ نے جس دعوت وتبلیغ کا آغاز اپنے خاندان واحباب سے کیا تھا اسے اپنی زندگی ہی میں عالمی سطح پر روشناس کرا دیا اور اس تبلیغی نظام کی بنیاد رکھی جو ہر دور میں اپنا اثر دکھاتی رہی۔مسلمان قوم کے سیاسی عروج وزوال اس پر زیادہ اثر انداز نہ ہو سکے۔

ہم سب کو چاہئے کہ اپنے آپ پر غور کریں کہ آنکھوں سے گناہ ہوتے دیکھتے ہیں۔نمازیں قضا ہو رہی ہیں۔شراب پی جا رہی ہے۔رشوت کے اموال سے گھر بھرے جا رہے ہیں۔ہر طرح کی بے حیائی گھروں میں جگہ پکڑ رہی ہے۔ٹی وی نے سب کچھ برباد کر دیا ہے یہ سب کچھ نظروں کے سامنے ہے لیکن نہ دل میں ہے نہ زبان سے کوئی کلمہ کہنے کے روادار ہیں اور ہاتھ سے تو روکنے کا ذکر ہی کیا۔دوسروں کو نیکیوں کی ترغیب دینا اور برائیوں سے روکنا تو درکنار خود اپنی زندگی گناہوں میں لت پت کر رکھی ہے۔خود بھی گناہ کر رہے ہیں اور اپنے عمل سے اولاد اور ماتحتوں کو گناہوں میں ملوث کر رہے ہیں۔ظاہر ہے یہ طریقے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو لانے والے نہیں بلکہ اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والے ہیں۔**وللہ عاقبۃ الامور**

حرف آخر:

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وعمل سے تبلیغ کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس کے آداب وضوابط بھی بیان فرمائے جن میں خیر خواہی، بےغرضی، اپنی دعوت کی صداقت پر کامل ایمان، ایقان اور اطمینان، ایثار کیشی، صبر وثبات، انسانی احساسات و میلانات کا بھرپور ادراک اور ان کے مطابق تبلیغ کا حکیمانہ عمل، قول وفعل میں مطابقت، دعوت وتبلیغ میں تدریج، تنازعات سے اجتناب، جوش عمل اور اخلاص وللّٰہیت سرفہرست ہیں۔دعوت وتبلیغ کے انہی محاسن کو کامل طور پر روبعمل لانے کا نتیجہ یہ تھا کہ عہد رسالت میں ہر آنے والا دن گزرے ہوئے دن سے زیادہ کامیاب ثابت ہوا جس کا ثبوت یہ ہے کہ کوہ صفا کی دعوت پر لبیک کہنے والا ایک آدمی بھی نہیں تھا لیکن تقریباً ۲۳ سال کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر لبیک اللھم لبیک کی صداؤں سے ذوالحلیفہ سے مکہ، مکہ سے منیٰ، منیٰ سے عرفات، عرفات سے مزدلفہ اور پھر منیٰ تک ہر میدان، ہر پہاڑی اور ہر وادی گونج رہی تھی، اسلام کا پرچم پورے جزیرہ نما عرب پر لہرا رہا تھا اور اسلامی انقلاب روم وایران کے دروازوں پر دستک دے رہا تھا۔**وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین**

حوالہ جات وحواشی

۱۔ المائدہ:(۵)۶۷۔

۲۔ ابن منظور، لسان العرب، دارالاحیاء التراث العربی بیروت ۱۹۸۸، ج۱، ص۴۸۶۔

۳۔ ایضاً، ج۱۴، ص۱۱۰۔

۴۔ ایضاً، ج۴، ص۳۵۹

۵۔ المائدہ:(۵)۶۷۔

۶۔ المائدہ:(۵)۹۲۔

۷۔ الشوریٰ:(۴۲)۴۸۔

۸۔ الاعلیٰ:(۸۷)۹۔

۹۔ الذاریات:(۵۱)۵۵۔

۱۰۔ ق:(۵۰)۴۵۔

۱۱۔ الغاشیہ:(۸۸)۱۲۔

۱۲۔ یوسف:(۲۱)۱۰۸۔

۱۳۔ الاحزاب:(۳۳)۴۵۔

۱۴۔ الشعراء:(۲۶)۲۱۴۔

۱۵۔ مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، الامام ابوالحسین، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب الدلیل علی صحۃ اسلام من حضرہ الموت، دارالسلام الریاض ۱۹۹۹، ح۱۳۴، ص۳۴۔

۱۶۔ القصص:۲۸/۵۶۔

۱۷۔ ابن کثیر، ابوالفدا عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، مکتبہ المعارف بیروت ۱۹۶۶، ج۳، ص۲۹۔، کتاب الایمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان، ح۱۷۷، ص۴۲۔

۱۸۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان، ح۱۷۷، ص۴۲۔

۱۹۔ الطبرانی الحافظ بن القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۲۰۰۷ء ج۷، ص۶۰۔

۲۰۔ ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ جامع ترمذی دارالسلام الریاض ۱۹۹۹، کتاب الولاء والھبۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی الامر المعروف ونہی عن المنکر، ح۲۱۶۹، ص۴۹۸۔

۲۱۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، کتاب احادیث الانبیاء، الجامع الصحیح، دارالسلام الریاض ۱۹۹۹، باب قصہ یاجوج وماجوج، ح۳۳۴۶، ص۵۵۸۔

۲۲۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، کتاب السنۃ، سنن ابن ماجہ، باب من کان مفتاحاً للخیر، دارالسلام الریاض ۱۹۹۹، ح۲۳۸، ص۳۶۔

۲۳۔ الترمذی، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، ح۱۹۲۱، ص۴۴۷۔

۲۴۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق، کتاب الادب، السنن، دارالسلام الریاض ۱۹۹۹، ح۱۵۲۹، ص۲۱۷۔

۲۵۔ البخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منیٰ، ح ۱۷۳۹، ص ۲۸۰۔
۲۶۔ النحل: ۱۲۵/۱۶۔
۲۷۔ امین احسن اصلاحی، دعوت دین اور اس کا طریق کار، فاران فاؤنڈیشن ایبٹ روڈ لاہور اکتوبر ۲۰۱۰، ص ۱۰۲۔
۲۸۔ الانعام: ۶۸/۶۔
۲۹۔ الخطیب، ولی الدین محمد بن عبداللہ تبریزی مشکوٰۃ المصابیح ۱۳۵۴ مجلس العلمی الاسلامی اشاعت العلوم حیدر آباد دکن، ۱۳۵۴ھ، کتاب العلم الفصل الثالث ج ۱، ص ۱۶۱۔ ۱۶۲۔
۳۰۔ مسلم، کتاب الجہاد، باب فی الامر بالتیسیر وترک التنفیر، ح ۲۵۴۵، ص ۷۶۹۔
۳۱۔ بخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبیؐ یتخولھم بالموعظۃ والعلم کی لا ینفروا، ح ۶۹، ص ۱۷۔
۳۲۔ الانعام: ۱۰۸/۶۔
۳۳۔ الانعام: (۶) ۱۴۸، ۱۴۹۔
۳۴۔ الذاریات: (۵۱) ۲۱۔
۳۵۔ ق: (۵۰) ۸۔
۳۶۔ احمد بن حنبل، الامام، المسند ، نشر السنۃ ملتان، ۱۴۲۱ھ، ح ۱۸۹۱۰، ص ۳۹۳۔
۳۷۔ البقرۃ: (۲) ۲۶۔
۳۸۔ الزمر: (۳۹) ۹۔
۳۹۔ آل عمران: (۳) ۱۳۔
۴۰۔ النازعات (۷۹) ۲۶۔
۴۱۔ الزمر (۳۹) ۹۔
۴۲۔ العنکبوت: (۲۹) ۴۹۔
۴۳۔ الدارمی، امام حافظ محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن، المسند ، دار المغنی للنشر والتوزیع، ۱۴۲۰ھ، باب فضل العلم والعالم، ج ۱، ح ۳۶۱، ص ۳۶۵۔
۴۴۔ بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرالدینہ، ح ۵۲، ص ۱۲۔
۴۵۔ الشعراء: (۲۶) ۱۰۹۔
۴۶۔ السباء: (۳۴) ۴۷۔
۴۷۔ المائدہ: (۵) ۱۱۸۔
۴۸۔ مسلم امام، کتاب الجہاد، باب غزوہ احد، ح ۴۶۴۶، ص ۷۹۹۔
۴۹۔ البقرۃ: (۲) ۲۵۶۔
۵۰۔ الشوریٰ: (۴۲) ۴۸۔
۵۱۔ یٰسین: (۳۶) ۶۹۔
۵۲۔ مسلم امام، کتاب الجمعہ، باب التغلیظ فی ترک الجمعۃ، ح ۲۰۰۵، ص ۳۴۷۔